6

ہر ایک بات میں حضرت مسیح موعودؑ کو حَکَم مانو

(فرمودہ ۲۵؍فروری ۱۹۱۶ء)

تشہد و تعوذ و سورۃ فاتحہ اور مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (النساء:٦٦)

ہر ایک دانا انسان جب کوئی کام کرنے لگتا ہے تو پہلے اس کام کے کئی ایک پہلوؤں پر غور کر لیتا ہے۔ یعنی اس کے نتیجہ اور انجام کو دیکھتا ہے۔ پھر اس کی خوبی اور عمدگی کو دیکھتا ہے پھر ان ذرائع پر غور کرتا ہے جن کی وجہ سے وہ اس کام کے پورا کرنے میں کامیاب ہوتا ہے لیکن جو لوگ ان باتوں کو سوچے سمجھے بغیر کوئی کام کرنا شروع کر دیتے ہیں وہ اکثر درمیان میں ہی ٹھوکر کھا کے رہ جاتے ہیں۔ کیونکہ جب تک کوئی مقصد مقرر نہ ہو۔ مقصود کے حاصل کرنے کے ذرائع مقرر اور معیّن نہ ہوں اس کے فوائد اور نتائج دل میں مستحضر نہ ہوں تب تک انسان کبھی بھی اطمینان اور تسلی سے کوئی کام نہیں کر سکتا اور اگر کرے گا تو اس کا حال ایک اندھے کی طرح ہوگا جو ادھر اُدھر ٹھوکریں کھاتا ہے اور دھکا لگنے سے کبھی ادھر لڑھک جاتا ہے اور کبھی اُدھر۔ پس ہر ایک وہ شخص جو یہ چاہتا ہے کہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو اور اپنے مدعا کو حاصل کرلے اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنی کوشش اور محنت کے شروع کرنے سے پہلے یہ دیکھ لے۔ کہ اس مدعا کے حاصل کرنے سے مجھے کیا فائدہ ہوگا اور میرے لئے کیا نتیجہ مرتب ہوگا پھر ساتھ ہی اس کے حصول کے ذرائع کو معلوم کرے کہ وہ کیا ہیں اور ان کو جمع کرے۔ اگر کوئی ان باتوں پر غور کر کے پھر اپنی محنت اور کوشش کا آغاز کرے اور اس پر استقلال دکھائے تو وہ ضرور کامیاب ہو جاتا ہے۔

ہزاروں نہیں۔لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں انسان ایسے ہیں۔کہ عبادتیں کرتے ہیں محنتیں مصیبتیں برداشت کرتے ہیں دکھ اور تکلیفیں جھیلتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ ہم کیوں عبادتیں کرتے ہیں ان سے کیا مقصد اور مدّعا ہے ان کا کیا نتیجہ نکلنا چاہئیے۔یہ لوگ تو اتنا بھی نہیں جانتے کہ ہمیں عبادت کس طرح کرنی چاہئیے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسے لوگ شروع سے غلطی میں پڑتے ہیں۔اور اس غلطی پر مر جاتے ہیں لیکن انہیں پتہ ہی نہیں لگتا۔کہ ہم غلطی کر رہے ہیں۔کیوں اس لئے کہ انہیں اپنی عبادت اور ریاضت کے نتیجہ کا علم اور پتہ ہی نہیں ہوتا اور وہ نہیں جانتے کہ ہمیں کیا ملنا چاہئیے۔اور ہم کس چیز کے لئے کوشش کر رہے ہیں اس لئے اگر ان کو عبادت اور بندگی سے کوئی نتیجہ نہیں حاصل ہوتا تو وہ گھبراتے نہیں اور نہ ہی اپنے دل میں فکر اور تردد محسوس کرتے ہیں۔اگر انہیں خدا کا قرب حاصل نہیں ہوتا۔اس کی مدد اور نصرت نہیں ملتی۔اس کی طرف سے تسلی تشفی نہیں ہوتی اور ان کے دل میں کرب اور تکلیف نہیں پَیدا ہوتی۔کیوں؟ اس لئے کہ انہوں نے کبھی اس بات پر غور ہی نہیں کیا کہ سچی عبادت کا کیا نتیجہ ہوتا ہے اور اس سے کس طرح تسلّی اور تشفی حاصل ہوتی ہے۔اور کس طرح اس کی مدد اور نصرت ملتی ہے چونکہ اس بات کو انہوں نے سمجھا ہی نہیں ہوتا اس لئے ساری عمر عبادت کرتے کرتے مر جاتے ہیں۔لیکن انہیں یہ سمجھ نہیں آتا۔کہ ہم غلط عبادت کر رہے ہیں دیکھو ایک شخص ہندوؤں میں پیدا ہوتا ہے ساری عمر عبادت میں گذار دیتا ہے بیسیوں بری خواہشوں کو دباتا ہے اور بیسیوں بُرے ارادوں سے باز رہتا ہے۔قسم قسم کے جذبات کو قابو میں رکھ کر تپسیا کرتا ہے اور اسی حالت میں مر جاتا ہے۔لیکن اسے کبھی یہ خیال پَیدا نہیں ہوتا کہ جو کوشش اور محنت میں کر رہا ہوں یہ ٹھیک اور درست نہیں ہے اس لئے مجھے کوئی اور طریق اختیار کرنا چاہئیے۔اور اسے کیونکر یہ خیال پَیدا ہوسکتا ہے جبکہ وہ جانتا ہی نہیں۔کہ مجھے اس عبادت کے نتیجہ میں کیا حاصل ہونا ہے اور وہ کیا مقصد اور مدّعا ہے جس کے حصول کے لئے مَیں یہ کوشش کر رہا ہوں۔

اگر دنیا میں لوگ اپنے مدّعا اور مقصد کو سمجھ کر عبادت کریں تو ایک انقلاب آجائے اور کروڑوں انسان مذاہب کی تحقیقات پر لگ جائیں۔موجودہ صورت میں جو ضد۔ہٹ اور اختلاف اور اصرار ہے اس لئے ہے کہ لوگوں نے مذہب کی

غرض عبادت کے ذرائع اور اس کے فوائد پر غور نہیں کیا۔جس طرح ماں باپ کو کرتے دیکھا اسی طرح کرنے لگ گئے جس کا نتیجہ یہ ہوُا کہ انہیں اپنے اپنے مذہب کی تحقیق اور تنقید کی طرف توجہ نہ رہی۔لیکن جب کسی کے پیش نظر عبادت کا مقصد اور اس کے ذرائع کا حاصل کرنا ہوگا تو وہ ضرور مذاہب کی تحقیق کی کوشش اور سعی کریگا۔

مثلاً ایک شخص نیت کرتا ہے کہ مَیں بٹالہ جاؤں گا۔اب فرض کرو کہ وہ یہاں سے مشرق کی طرف چل پڑا اور سری گوبندپور پہنچ گیا۔وہاں جا کر جب وہ پوچھے گا کہ اس شہر کا کیا نام ہے تو اسے معلوم ہوجائے گا کہ یہ تو سری گوبندپور ہے اور مجھے بٹالہ جانا ہے۔ مجھے اس طرف نہیں آنا چاہئیے تھا۔ پھر وہ اور طرف چلے گا اور اگر اسے دس گیارہ میل چل کر کوئی شہر دکھائی نہ دے گا تو اسے معلوم ہوجائے گا کہ مَیں غلط راستہ پر چل رہا ہوں۔ کیونکہ قادیان سے بٹالہ اتنی ہی دور ہے۔لیکن اب تک نہیں آیا۔اس لئے پتہ لگا کہ مَیں کسی اور راستہ پر پڑ گیا ہوں اب پھر وہ اَور طرف چلے گا اور خواہ اسے کتنے ہی چکر کاٹنے پڑیں تاہم وہ بٹالہ پہنچ جائے گا کیونکہ اس کا ارادہ یہ ہے کہ بٹالہ پہنچے۔لیکن جس کی کوئی نیت اور ارادہ ہی نہ ہو کہ مجھے کہاں پہنچنا ہے اس کی مثال اسی طرح کی ہے کہ ایک انسان گھر سے نکل کر اندھا دھند جدھر منہ کیا۔ادھر ہی چل پڑا۔ یہ اگر پچاس سو میل بھی چلتا جائے تو بھی اسے کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہوگا کہ مَیں غلط راستہ پر چل رہا ہوں۔اگر وہ جنگلوں اور وحشی جانوروں کی طرف جارہا ہے تو اسے خیال نہیں اور اگر شہروں اور باغوں کی طرف جارہا ہے تو اسے توجہ نہیں کیوں اس لئے کہ اس نے یہ سمجھا ہی نہیں کہ مَیں کہاں جارہا ہوں۔اور کیوں جارہا ہوں اور مجھے کس طرف جانا چاہئیے لیکن جب انسان اس بات پر غور کرے کہ میرا کیا مدّعا کیا مقصد اور کیا غرض ہے اور اس کے حاصل کرنے کے لئے کیا ذرائع اور کیا سامان ہیں تو وہ اگر غلطی بھی کرے۔تو جلدی متنبہ ہوجاتا ہے اور اصلاح کی طرف لوٹ آتا ہے۔

مَیں نے جو یہ آیت پڑھی ہے اس میں خدا تعالیٰ نے اپنے قرب کے حاصل ہونے اور اپنے پاس کسی بندہ کے درجہ حاصل کرنے کا ذریعہ بتایا ہے۔فرمایا۔لوگ اس بات کی بہت خواہش کرتے ہیں کہ خدا کا قرب حاصل ہوجائے ایمان نصیب ہوجائے (ایمان ان عقائد کا نام ہے جن کے تسلیم کرنے سے انسان خدا تعالیٰ کی حفاظت

میں آ جاتا اور ہر قسم کے دکھ اور تکالیف سے بچ جاتا ہے) ایسے لوگوں کو بتاؤ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ط پس تیرے رب کی قسم یہ ایمان کو اس وقت تک نہیں پا سکیں گے حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ یہاں تک کہ جتنے اختلافات ان کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔ان کو تیری طرف نہ لوٹائیں۔اور اپنی آرزوؤں کے ماتحت نہ رکھیں بلکہ ہر ایک اختلاف کو تیری طرف لائیں۔ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ پھر جو تیرا فیصلہ ہو اس کے قبول کرنے میں ان کے دل تنگی محسوس نہ کریں۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں جو فیصلہ کو قبول تو کر لیتے ہیں مگر ان کے دل اس پر راضی نہیں ہوتے۔مثلاً ایک عدالت فیصلہ کرتی ہے کہ فلاں باغ یا فلاں مکان یا اتنا روپیہ فلاں کو دیا جائے۔اب دینے والے کو یہ بُرا تو لگتا ہے اور نہیں چاہتا کہ دیوے اور لینے والا سمجھتا ہے کہ مجھے کم دلایا گیا ہے۔ جتنا میرا حق تھا اتنا نہیں ملا۔لیکن وہ فیصلہ دونوں کو ماننا پڑتا ہے اور گورنمنٹ ان کے اس طرح عمل کرنے سے خوش ہو جاتی ہے۔اور یہ نہیں کہتی کہ تم اس فیصلہ کے نفاذ سے دل میں کیوں بُرا مناتے ہو۔اس لئے اگر کوئی دل میں ناراض اور ناخوش ہو تو گورنمنٹ اس پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کرتی۔لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے جو حَكَمْ بنا کر بھیجا ہے اس کی وہ عزّت اور وہ شان ہے کہ اگر اس کے فیصلہ کو تم مان تو لو مگر دل میں بُرا سمجھو گے۔تو ہم تمہیں اپنا قرب نہیں دیں گے۔اور تم ایمان حاصل نہیں کر سکو گے اس کے فیصلہ کو تو تمھیں اس طرح ماننا چاہئیے کہ تمہارے دل بھی غمگین نہ ہوں اور ذرا بھی تنگی محسوس نہ کریں۔تم یہ یقین کر لو کہ اس نے جو بھی فیصلہ کیا ہے وہی حق اور درست ہے اور اسی طرح ہونا چاہئیے تھا۔اور یہ بات نہ صرف تمہارے مونہوں سے نکلے بلکہ تمہارے دل میں بھی یہی بات ہو۔کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو منہ سے تو کہتے ہیں کہ یہ بات درست ہے مگر ان کے دل نہیں مانتے اس لئے اس پر عمل نہیں کرتے۔اسی بات کے دور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے یہاں دو باتیں بیان فرمائی ہیں ایک یہ کہ اس کے کسی فیصلہ سے تمہارے دلوں میں تنگی محسوس نہ ہو اور دوسرے یہ کہ تم اس کی فرمانبرداری بھی کر کے دکھلاؤ۔

یہ وہ ذریعہ ہے جو خدا کے قرب کو حاصل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت فرمایا۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے بلکہ جو بھی خدا کا نبی ہے اسی سے تعلق رکھتا ہے اور جو نبی آتا ہے اس کا فیصلہ اسی کے مطابق ان لوگوں کو ماننا ضروری ہے جو اس کو قبول کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کئی جگہ لکھا ہے کہ جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھے سچا سمجھتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ میرے فیصلوں اور حکموں کو بھی مانے۔ ورنہ وہ میری بیعت میں داخل نہیں ہے (مفہوم) پس یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی خاص نہیں ہے بلکہ ہر ایک رسول سے متعلق ہے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (النساء: ۶۵) کہ کوئی رسول نہیں بھیجا جاتا مگر اس لئے کہ اس زمانہ کے لوگ اس کی اطاعت کریں۔ اور اگر کوئی اس کی اطاعت نہیں کرتے تو وہ مومن نہیں ہیں۔ پس خدا تعالیٰ نے فرما دیا۔ کہ نبی کی طرف سے جو فیصلہ ہو اس کو خوشی سے قبول کرنا چاہیئے اور اگر کوئی اسے خوشی سے قبول نہیں کرتا تو وہ مومن نہیں ہے۔

بظاہر یہ تو بڑی مشکل بات معلوم ہوتی ہوگی کہ کس طرح ایک انسان کے ہر ایک فیصلہ کو اس طرح قبول کیا جائے کہ اس کے متعلق دل میں بھی ذرا تنگی محسوس نہ ہو اور کسی قسم کی ناخوشی نہ ہو۔ مگر میرے نزدیک یہ ایک بہت بڑی رحمت ہے۔ دنیا میں لوگ بڑے بڑے لوگوں کے فیصلے مانتے ہیں اور ان کی کوشش ہوتی ہے کہ ہمارا فیصلہ کوئی بڑا عقلمند اور دانا کرے۔ خدا تعالیٰ نے یہ فرما کر بتا دیا۔ کہ اے لوگو! ہم تمہارے لئے اس مصیبت اور تکلیف کو باقی نہیں چھوڑتے کہ تم اپنے فیصلوں کے لئے انسانوں کو ڈھونڈتے پھرو۔ اور پھر بھی حسب دلخواہ تمہیں نہ ملیں۔ ہم خود ایک انسان کو مقرر کر دیتے ہیں جو تمہارے فیصلے کر دے گا۔ پس خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی ایسے انسان کا مقرر ہونا کوئی تکلیف دینا نہیں بلکہ رحمت برسانا ہے اور غلامی کرنا نہیں بلکہ حریت پیدا کرنا ہے پابندی کرانا نہیں بلکہ آزادی دلانا ہے۔ کیونکہ ایک نبی کے ماننے والے کو یہ ضرورت نہیں رہتی کہ وہ کسی بات کے متعلق فیصلہ کرانے کے لئے کسی منصف کی تلاش میں نکلے بلکہ وہ ہر ایک بات کا فیصلہ خواہ وہ اعمال سے متعلق ہو۔ یا

افعال سے خواہ انتظامی امور سے تعلق رکھتی ہو خواہ جسمانی سے خواہ ایمان سے تعلق رکھتی ہو خواہ اعتقاد سے وہ رسول کر دیتا ہے۔ اب اسے کسی اور کے تلاش کرنے کی ضرورت نہیں رہتی لیکن بہت لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس بات کو سمجھا نہیں ہوتا اس لئے ٹھوکر کھاتے ہیں۔

بہت لوگ ہیں جو لکھتے ہیں کہ ہمیں سمجھ آ گئی ہے کہ حضرت مرزا صاحب سچے تھے لیکن لاہوری ان کے متعلق کچھ اور کہتے ہیں اور تم کچھ اَور۔ ہم کس کی بات کو مانیں اور کس کی بات کو نہ مانیں۔ مَیں ایسے لوگوں کو کہتا ہوں کہ تم قرآن شریف کو قبول کرو۔ سلسلہ احمدیہ کے انتظام کے لئے پہلے حضرت مولوی صاحب تھے اور اب مَیں ہوں۔ نہ کبھی مولوی صاحب نے کہا ہے اور نہ مَیں کہتا ہوں۔ کہ عقائد احمدیت اس لئے قبول کرو کہ مَیں کہتا ہوں عقائد تو وہی ہیں جو حضرت مرزا صاحب مقرر فرما گئے ہیں اس لئے مَیں کہتا ہوں کہ اگر ہماری کوئی بات سچی ہے تو اسے قبول کرلو۔ ورنہ غلط قرار دے کر چھوڑ دو۔ پس تمام باتوں کے فیصلہ کا ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ کہ جو بات حضرت مسیح موعودؑ نے فرمائی ہے اسے قبول کرو۔ اور جو اس کے خلاف ہے اسے چھوڑ دو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص اتنی مدت حضرت صاحب کی صحبت میں رہا ہے اس نے فلاں بات کہی ہے۔ ''اکمل'' نے یہ لکھا ہے ''قاسم'' نے یہ کہا ہے۔ فلاں ایڈیٹر نے یہ کہا ہے فلاں ایم اے یہ کہتا ہے ہم کس کی مانیں مَیں کہتا ہوں کہ ہر ایک اختلاف کی بنا ہمیشہ سے اسی بات پر رکھی گئی ہے۔ کہ ان لوگوں کی باتوں اور راؤں کو سامنے رکھا جاتا ہے جو کسی بات کے متعلق فیصلہ دینے کا اختیار نہیں رکھتے اور ان کی بات کے پیچھے چلا جاتا ہے جو ٹھوکر کا باعث ہوتے ہیں۔ اس ٹھوکر سے بچنے کا طریق یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو مامور کیا گیا ہے۔ اس کی بات کو قبول کیا جائے۔ اور اس کے علاوہ خواہ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا اس کی بات اگر اس مامور من اللہ کی بات کے مطابق ہے تو اسے قبول کر لو۔ اور اگر اس کے خلاف ہے تو پھینک دو۔

حضرت مسیح موعودؑ کے فیصلہ کو ماننے سے اصل میں قرآن اور حدیث کے فیصلہ کو مانا جاتا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ قرآن اور حدیث کو ردّ کرنے کے لئے نہیں آئے تھے۔ بلکہ ان کے اصل اور درست معنی بیان کرنے کے لئے آئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن کی تفسیر کی ہے وہ حدیث ہے اور ایک

تفسیر قرآن کریم کے الفاظ سے سمجھ میں آتی ہے۔ اور یہ تفسیر وہی سب سے زیادہ سمجھ سکتا ہے جس کو خدا تعالیٰ خود سمجھائے اور پھر اس سے بڑھ کر اور کون سمجھ سکتا ہے جس پر قرآن کریم نازل ہؤا ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وفعل آپ کی سنّت وعمل قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ لیکن آپ کے بعد جب زمانہ گذرتا گیا تو لوگوں نے اپنے اپنے عقل اور فہم کے مطابق قرآن کی تفسیر کرنی شروع کر دی اس لئے اختلاف پڑنے شروع ہو گئے اور ہزار ہا اختلاف پڑ گئے۔ اب ہر ایک مؤمن کے لئے مشکل ہو گیا کہ وہ کس بات کو غلط قرار دے اور کس کو مانے۔ اکثر لوگ چونکہ خیالات کے پابند ہوتے ہیں اس لئے ضروری ہؤا کہ انہیں غلط خیالات سے ہٹا کر حقیقت اور اصلیّت کی طرف لانے والا کوئی پَیدا ہو۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ پَیدا ہوئے۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ يُحَكِّمُوْكَ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسیح موعود حَكَمٌ ہوگا یعنی اس لئے مبعوث کیا جائے گا کہ جو اختلاف پڑ گئے ہوں گے اس کے ذریعہ دور ہو کر سب لوگ ایک دین پر جمع ہو سکیں گے اور قرآن کی اپنی عقل کے مطابق جو لوگوں نے تفسیریں کر کے اختلاف ڈال دیئے ہیں وہ صحیح اور درست تفسیر کر کے ان کو دور کر دے گا۔ پس ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس لئے نہیں مانتے اور دوسروں کو منواتے کہ آپ قرآن کو منسوخ کر کے کوئی اور شریعت لائے تھے بلکہ اس لئے کہ آپ قرآن کریم کی سچی اور درست تفسیر کرنے والے تھے۔ اسی طرح قرآن شریف کو ہم اس لئے نہیں مانتے اور دوسروں سے منواتے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے۔ بلکہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ پس ہر ایک بات اور اختلاف کا فیصلہ خدا تعالیٰ کا کلام ہی کر سکتا ہے۔ اور وہی کرتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کا کلام اس سے بڑھ کر اور کون سمجھ سکتا ہے جس پر کہ وہ نازل ہؤا۔ اور پھر اس سے بڑھ کر زیادہ اور کون سمجھ سکتا ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے باپ کا نام اس کے باپ کا نام اور میری ماں کا نام اس کی ماں کا نام ہوگا اور میری ہی قبر میں دفن کیا جائے گا۔ اس سے زیادہ اور کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا قرب ہو سکتا ہے۔ اور اس سے زیادہ کسی کا کیا حق ہے کہ قرآن کو سمجھ سکے۔ پس حضرت مسیح موعودؑ سب سے بڑھ کر قرآن کو سمجھنے والے تھے اور خدا نے انہیں سمجھایا تھا اس لئے جو فیصلہ انہوں نے کر دیا وہی فیصلہ درست اور صحیح ہے۔

ہماری جماعت پر تو خدا کا بڑا ہی فضل اور کرم ہے۔ زید اور بکر کو ٹھوکر لگ سکتی ہے۔ مگر ہماری جماعت کو نہیں لگ سکتی کیونکہ اُن کے لئے کوئی حَکَم نہیں ہے مگر ہمارے لئے حضرت مسیح موعود حَکَم ہیں اور حضرت مسیح موعود خدا تعالیٰ کے کلام کے مطابق فیصلہ کرنے والے ہیں کیونکہ خدا ہی نے انہیں حَکَم قرار دیا ہے اور پھر سب کا مطاع ٹھہرایا ہے۔ آپ کے سوا اور کون ہے جس کی نسبت حَکَم اور عدل کہا گیا ہو۔ اور جس کی نسبت خدا نے کہا ہو کہ اس کے فیصلے صحیح اور درست ہیں۔ پھر آپ کے سوا اور کون ہے جس نے دعویٰ کیا ہو کہ مَیں اس گروہ میں سے ہوں جس کو خدا تعالیٰ مرنے تک کسی اجتہادی غلطی پر نہیں رہنے دیتا۔ اور پھر آپ کے سوا اَور کون ہے جس کی نصرت اور تائید خدا تعالیٰ نے کی۔ اور جس کی صداقت کو ظاہر کر دیا۔ کوئی نہیں۔ پس جب ایسا انسان ایک ہی ہے اور وہ ایک حضرت مسیح موعود ہے تو ہم اس کے ہوتے ہوئے اور کسی کی بات کو کیوں مانیں۔ اس بات کو یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ تم ہر ایک بات میں حضرت مسیح موعود کا فیصلہ مانو۔ جو اس لئے آیا تھا کہ اختلافات کو مٹا دے اور تمام اختلافی باتوں کا فیصلہ کر دے۔ اور یہ وہ عظیم الشان انسان ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ نے قرآن میں خبر دی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے پہلے تمام نبیوں نے خبر دی ہے۔ پس یہی وہ انسان ہے جس کا ہر ایک فیصلہ بلا چون و چرا کے مان لینا چاہیئے۔ کیونکہ اگر وہ سچا ہے اور واقعی سچا ہے تو اس کا ہر ایک فیصلہ اور ہر ایک بات سچی ہے اور جب ہر ایک بات سچی ہے تو اس کے ماننے میں کیا انکار ہو سکتا ہے۔

پس اگر ہمارے اس سلسلہ میں داخل ہونے کی اور اس بوجھ کو اپنے سر پر لینے کی یہ غرض ہے کہ ہمیں ایمان حاصل ہو جائے تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اس کا ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ کہ خدا کے رسول کی اطاعت کا جؤا اپنی گردنوں پر رکھو۔ اور اگر یہ نہیں بلکہ تم زید و بکر کی باتوں کو ماننے والے ہو اور ان کے پیچھے چلنے والے ہو تو تمھیں سوائے ضلالت اور ہلاکت کے اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ جسے اپنے ایمان کی ضرورت ہے اور جو خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اپنے تصور میں اس بات کو لائے کہ کیا جبکہ وہ خدا تعالیٰ کے حکم کو رد کرتا ہے تو کامیاب ہو سکے گا۔ ہرگز نہیں۔ خدا تعالیٰ نے تمام عقائد کی بنیاد حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کے فیصلہ پر رکھی ہے۔ اگر تم آپ کے فیصلہ کو مانو گے تو کوئی وجہ نہیں کہ تمہیں ٹھوکر لگے۔ زید کھڑا رہے یا گرے۔ بکر کھڑا رہے یا گرے مگر تم کھڑے رہو گے کیونکہ مسیح موعود کھڑا ہے اور کھڑی چیز کو پکڑنے والا نہیں گرتا بلکہ جو گرنے والی چیز کو پکڑتا ہے وہ گرتا ہے۔ جس شخص کو خدا نے سہارا دے کر کھڑا کیا ہے وہ نہیں گر سکتا۔ کیونکہ خدا نہیں گرتا۔ پس تمہیں اسی کے سہارے کھڑا ہونا چاہیئے جو ہمیشہ کے لئے قائم رہنے والا ہے اور اسی کی ہر ایک بات ماننی چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود وہی کہتا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی کہا جو خدا تعالیٰ نے انہیں کہا اور خدا تعالیٰ غلطی نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ علیم اور خبیر ہے ہر ایک بات کا علم رکھتا ہے۔ اور ہر ایک بات کو جانتا ہے اس لئے مسیح موعود ہی کی بات ایسی ہے جو بلا چون و چرا ماننے کے قابل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو اس بات کی سمجھ دے کہ وہ عقائد میں حضرت مسیح موعود کے اقوال و افعال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور قرآن کریم پر ہو نہ کہ کسی اور انسان کے اقوال پر۔ کیونکہ اس طرح ٹھوکر لگتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بعض لوگوں کی سمجھ اور عقل دوسروں سے اعلیٰ ہوتی ہے مگر وہ ایسے انسان نہیں کہے جا سکتے۔ جو غلطی نہ کرتے ہوں۔ یا نہ کر سکتے ہوں اور بالکل پاک ہوں۔ امام مالکؒ۔ امام حنبلؒ امام شافعیؒ کا اسلام میں بہت بڑا درجہ ہے اور واقعہ میں وہ اسی قابل ہیں لیکن بعض باتیں ایک نے کہی ہیں جن میں نقص ہے لیکن دوسرے نے ان کو تو درست لکھا ہے مگر کسی اور بات میں غلطی کر گیا ہے۔ اسی طرح بعض کی کوئی بات غلط ہے اور بعض کی کوئی۔ تو تمام اقوال اور افعال صرف خدا کے ماموروں کے ہی درست ہوتے ہیں ان کے سوا اور کسی کے نہیں ہوتے۔ اس لئے ایمانیات کی بنیاد مامور من اللہ کے اقوال پر ہی ہونی چاہیئے۔ خدا تعالیٰ ہمارے اعتقادات کو اپنی مرضی کے مطابق درست رکھے تا ہم ٹھوکر نہ کھائیں اور ہمارے قدم ایسی مضبوط چٹان پر قائم ہوں کہ جہاں سے کبھی نہ ہل سکیں۔

(الفضل ۲۹ رفروری ۱۹۱۶ء)